''قلعہ جنگی''

اشرف یوسفی (فیصل آباد)

(کابل سے کیوبا تک پھیلی ہوئی رات کا نوحہ)

آج کی رات ہم پر کٹھن ہے
مگر یہ کٹھن بھی نہیں
گھر سے پہلا قدم موت تھا
ہم کو معلوم تھا موت دہلیز کے اس طرف منتظر ہے
مگر فکر کیا
موت سے خوف کیسا ہمیں کہ ہمارا سفر
موت سے زندگی کی طرف ہے
سوئے مقتل سفر میں وہی روشنی زادِ راہ تھی
وہی روشنی شیرِ مادر سے جو جرعۂ اوّلیں میں ملی
اور ساعت میں حرف شہادت کی خوشبو رچی
ہم کہ وحدت کے مکتب سے تارِ وفا میں پروئے گئے
ہمارا یہی جرم، ہم اپنے دشمن کو پہچانتے تھے
ادھر دست قاتل کے کیا خواب ہیں، ہم سبھی جانتے تھے
چار سو یہ سگانِ گرسنہ کھڑے
خاک و خوں میں یہ غلطاں ہمارے بدن گولیوں کی یہ بارش
سروں پر یہ آتش فشاں
سینۂ سنگ پھٹتا ہوا
ارضِ کہسار لرزاں
مگر ہم تو لرزاں نہیں دیکھ لو، ہم تو لرزاں نہیں
ڈگمگائے نہیں
خاک ارض وطن تیرے سارے شہیدوں کے خوں کی قسم
ہم نے پیروں کی مٹی کو چھوڑا نہیں
تن لہو جاں لہو
مُو بہ مُو
مقتل وقت میں سرخرو
یہ ستاروں کے پرچم تلے
رقص بسمل، ہے جی بھر کے دیکھے، جسے شوق ہے
آئے دیکھے زمانہ جسے شوق ہے
رقص بسمل جسے دیکھ کر چشم قاتل ہزیمت سے جھکنے لگے
سانس رکنے لگے
ہم کو گور و کفن کی ضرورت نہیں
خاک ارض وطن کی بڑی چاہ تھی
ہم کو اپنے چمن کی بڑی چاہ تھی
اور یہی تا!
ہمارا یہی جرم ہم اپنے دشمن کو پہچانتے تھے
رقص بسمل سے جی بھر چکے تو ہمارے یہ بکھرے ہوئے جسم کے چیتھڑے
طورخم سے ادھر بھیجنا
جس طرف سے یہ سورج کی لو پھوٹتی ہے ادھر
جس طرف سے اذانوں کی لے گونجتی ہے ادھر
بھیجنا
خاک ارض وطن کی بڑی چاہ تھی
ڈالروں کے لیے پھیلے ہاتھوں کو یہ دن مبارک کہ سب خواب پورے ہوئے
ہم جو باغی تھے سرکش تھے غدار تھے
ہم جو مارے گئے
آخری فیصلے کے تمنائی ہیں
آج تک ارض پاک وطن کی عدالت نے جو فیصلہ بھی کیا
وہ سنہری عبارت میں لکھا گیا
فیصلہ
جس سے لکھا گیا
وہ قلم دست قاتل کو تحفے میں بھیجا گیا